دارالافتاء

مولانا عبدالرحمان کیلانی

نمازِ تراویح سے متعلق چند مسائل

مولانا منظور احمد سلفی میر پور خاص سے لکھتے ہیں :

درج ذیل سوالات کے جوابات کتاب وسنّت کی روشنی میں لکھ کر عنداللہ ماجور ہوں :

۱۔ "کیا نمازِ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہینہ بھر پڑھنا ثابت ہے ؟

۲۔ اگر آپؐ سے پڑھنا ثابت نہیں ہے (سوائے تین دن کے) تو ہم مہینہ بھر کیوں پڑھتے ہیں ؟

۳۔ کیا مہینہ بھر پڑھنے کا حکم حضرت عمر فاروق رضؓ نے دیا ہے ؟ اگر یہ حکم عمر فاروق رضؓ کا ہے، تو کیا آپ رضؓ بھی اس پر تاحیات قائم رہے یا اس مسئلہ سے آپ رضؓ نے رجوع فرما لیا تھا ؟

۴۔ کیا اس وقت بھی ایسے صحابہ رضؓ موجود تھے، جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضؓ کے فیصلے کے خلاف تین دن تراویح پڑھنا روا رکھا ہو اور ہمیشہ اس پر کاربند رہے ؟

۵۔ اب امتِ مسلمہ کے لیے کیا حکم ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرے یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر ؟ — والسلام"!

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْوَهَّابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ اَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ :

آپ نے اپنے بعض سوالات کا خود ہی جواب بھی دے دیا ہے۔ بہر حال جو باتیں ابھی تک قابلِ غور ہیں، ان سے پہلے درج ذیل حدیث ملاحظہ کر لینا مفید رہے گا :

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ

بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ قَالَ عُمَرُ : اِنِّیْ اَرٰی لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰی قَارِیٍٔ وَّاحِدٍ لَکَانَ اَمْثَلَ - ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَیْلَةً اُخْرٰی وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ : نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ ، یُرِیْدُ اٰخِرَ اللَّیْلِ وَکَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ "

(صحیح بخاری، کتاب الصوم،
بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ)

"حضرت عبدالرحمان بن عبید، القاریؒ کہتے ہیں۔ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا۔ اس وقت لوگ مختلف حالتوں میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کوئی تو اکیلے پڑھ رہا تھا۔ اور کوئی چند آدمیوں کی معیت میں نماز پڑھ رہا تھا (یعنی ان کی امامت کرا رہا تھا) حضرت عمرؓ کہنے لگے، "میں دیکھتا ہوں کہ اگر ان سب کو ایک امام پر جمع کر دوں تو یہ بہت اچھی بات ہو گی" پھر یہ ارادہ کر کے آپؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو ان کا امام بنا دیا۔ دوسری رات دوبارہ جب میں حضرت عمرؓ کے ساتھ (مسجد کی طرف) نکلا، تو لوگ اپنے امام (ابی بن کعبؓ) کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ (یہ دیکھ کر) کہنے لگے، "یہ نئی شکل (یعنی ایک جماعت) کیسی اچھی بات ہے (تاہم) رات کے جس حصہ میں لوگ سو رہتے ہیں، وہ اس حصہ سے بہتر ہے، جس میں یہ قیام کرتے ہیں۔" — (راوی کہتے ہیں) حضرت عمرؓ کی اس سے مراد یہ تھی کہ رات کا آخری حصہ (قیام کے لیے بہتر ہے) جبکہ یہ لوگ رات کے اول حصہ میں قیام کرتے ہیں!"

اس حدیث سے درج ذیل امور کا پتہ چلتا ہے :

۱۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف

لے جانے کے بعد بھی، اگرچہ مختلف صورتوں میں (یعنی الگ الگ یا باجماعت) تاہم بہر حال اس نماز کا اہتمام کرتے تھے۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے متفرق (الگ الگ یا ٹولیوں میں) نماز پڑھنے سے، باجماعت نماز پڑھنے کو بہتر خیال فرمایا۔

۳۔ درحقیقت یہ (باجماعت نماز ادا کرنا) بھی سنّتِ نبوی کی اتباع تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین دن نمازِ تراویح کی جماعت کرائی، تو ایک ہی امام کے پیچھے سب صحابہؓ نے نماز ادا کی تھی۔ لہٰذا حضرت عمرؓ کا یہ کوئی نیا حکم یا فیصلہ نہیں تھا۔

۴۔ نمازِ تراویح باجماعت پڑھنے کی یہ مستحسن صورت صرف ان نمازیوں کے لیے تھی، جو مسجد میں یہ نماز رات کے پہلے حصہ میں ادا کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ اکثر صحابہؓ یہ نماز رات کے آخری حصہ میں اپنے اپنے گھروں میں ادا کرتے تھے۔ خود اس حدیث کے راوی عبدالرحمان بن عبد اور حضرت عمرؓ بھی ایسے ہی صحابہؓ میں سے تھے جو اس نماز میں شامل نہ ہوتے تھے۔ تبھی تو یہ دونوں حضرات اس وقت مسجد گئے جب جماعت ہو رہی تھی۔ اور اس جماعت کو دیکھ کر ہی حضرت عمرؓ نے یہ تبصرہ فرمایا تھا، "نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" ——— پھر حضرت عمرؓ کے اس قول (کہ رات کے جس حصہ میں لوگ سو رہتے ہیں، وہ اس حصہ سے بہتر ہے جس میں یہ قیام کرتے ہیں) سے بھی ظاہر ہے کہ آپؓ اس نماز کا رات کے آخری حصہ میں پڑھنا بہتر خیال فرماتے تھے۔

۵۔ واضح رہے کہ یہاں لفظِ "بدعت" سے اصطلاحی بدعت مراد نہیں ہے۔ کیونکہ نمازِ تراویح کی جماعت تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کروائی تھی۔ گویا اس کی بنیاد سنّتِ رسولؐ پر تھی۔ لہٰذا یہاں بدعت سے مراد صرف وہ نئی شکل ہے جس کو حضرت عمرؓ نے از سرِ نو جاری کر کے اس سنت کا احیاء کیا تھا۔

اب ہم مستفسر کے سوالات کا بالترتیب جواب دیتے ہیں:

۱۔ قیام اللیل، صلوٰۃ اللیل، قیامِ رمضان، صلوٰۃِ تہجد ——— یہ سب ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں، کہ مہینہ بھر تو کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس کا

التزام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہیں ہوتی تھی۔ اس سے جہاں نمازِ تراویح آٹھ رکعت (+ تین وتر) سنت ہونے کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان میں آپؐ کی یہ نماز، صلوٰۃِ تہجد سے کوئی الگ نماز نہ تھی۔ ورنہ رمضان میں اور غیر رمضان میں آپؐ کی رات کی نماز کی یہ تعدادِ رکعات یکساں نہ ہوتی ـــ رمضان چونکہ ذکر و قیام کا خصوصی مہینہ ہے اس لیے آپؐ نے اس نماز کا اہتمام سب مسلمانوں کے لیے بھی ضروری سمجھا اور ان کی سہولت کے لیے یہ نماز رات کے اول حصہ میں ان کو پڑھائی۔ چنانچہ قیامِ رمضان، صلوٰۃِ تہجد یا نمازِ تراویح وغیرہ ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں، لہٰذا یہ سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مہینہ بھر پڑھنا ثابت ہے؟ بے معنی ہو جاتا ہے۔ بلکہ آپؐ نے یہ نماز ہمیشہ پڑھی ہے۔

۲۔ آپؐ نے خود تو یہ نماز ہمیشہ پڑھی، البتہ رمضان میں تین دن، صحابہؓ کو بھی باجماعت پڑھائی ـــ اس پر یہ سوال کہ "پھر ہم مہینہ بھر کیوں پڑھیں؟" تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپؐ کی تمنا بہرحال مہینہ بھر یہ نماز پڑھانے کی تھی۔ اس کے باوجود اگر آپؐ نے تین دن سے زائد نہیں پڑھائی، تو اس کی وجہ بھی آپؐ نے خود ہی بیان فرما دی:

"اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَیْکُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا"

(حوالہ ایضاً)

کہ "(اللہ رب العزت کے ہاں یہ عمل انتہائی پسندیدہ ہونے کی بناء پر) میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اور تم (اس کی ادائیگی سے) عاجز رہ جاؤ۔"

ـــ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے فرض ہو جانے کا ڈر آپؐ کو نہ ہوتا تو آپؐ مہینہ بھر یہ نماز پڑھاتے۔ لہٰذا جب یہ وجہ زائل ہو گئی، تو اس کے بعد، آپؐ کی تمنا کے پیشِ نظر، مہینہ بھر اس نماز کا ادا کرنا سنت ہے۔

۳۔ جب یہ طے ہو گیا کہ مہینہ بھر اس نماز کا پڑھنا سنت ہے، تو یہ حضرت عمر فاروق رضؓ کا کوئی الگ حکم نہیں ہے کہ آپؐ کے اس سے رجوع کر لینے کا کوئی سوال پیدا ہوتا۔

۴۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کا یہ فیصلہ، سنت سے ہٹ کر نہ تھا۔ پھر صحابہؓ اس سے

اختلاف کیوں کرتے؟ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بخوبی سمجھتے تھے، اور آپؐ کی اس تمنا سے واقف کہ اگر اس کے فرض ہو جانے کا ڈر آپؐ کو نہ ہوتا تو آپؐ مہینہ بھر اسے پڑھاتے ـــــ تبھی تو وہ مختلف صورتوں میں یہ نماز بہر حال ادا کر رہے تھے، حضرت عمرؓ نے اگر اسے باجماعت کی شکل دے دی تو یہ بھی از سر تو سنت کا احیاء ہی تھا۔

۵۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہے۔ لہٰذا اُمتِ مسلمہ کو اس سنت پر عمل کرتے ہوئے مہینہ بھر یہ نماز با جماعت پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ ہاں جو کوئی رات کے آخری حصہ میں پڑھنا چاہے تو وہ الگ بھی پڑھ سکتا ہے۔ آپؐ نے اس نماز کی بڑی ترغیب دلائی ہے ـــ بلکہ یہاں تک فرمایا:

"مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" (صحیح بخاری، حوالہ مذکور)

کہ "جس نے ایمان کی حالت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے رمضان میں قیام کیا تو اس کے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں!"

هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ!

شعر و ادب جناب فضل رو پڑی

ہو منظور یارب دُعائے شبینہ

سمائی ہے جی میں ہوائے مدینہ
نہیں شوق کچھ بھی سوائے مدینہ

خوشا بختِ یاور بہار آفرینا
کہ منزل کی جانب رواں ہے سفینہ

مدینہ تو ہے رحمتوں کا خزینہ
ہے مکہ دلِ خانہ کعبہ یہی نہ

مدینے کا سودا سمایا ہے دل میں
میرے جان و دل ہیں فدائے مدینہ

ملے روزِ محشر مجھے جامِ کوثر
ہو منظور یارب دعائے شبینہ